اهليت حسن اخلاق

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا

رسالہ

اہلبیت

یا

اہل البیت

یہ مضمون جو معرفت اہلبیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُنجی ہے جناب مولوی حکیم السید مقبول احمد صاحب قبلہ مدظلہ دہلوی نے بموقع دربار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت فلک رفعت سکندر حشمت مرکز محیط عظمت واقبال قدر افزائے علم وکمال حامی اسلام بندگان حضور پرنور فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ غالیجاہ مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامراء ہز ہائینس کرنیل جناب نواب میر سید محمد حامد علیخاں صاحب بہادر زیدی الواسطی البارھوی مستعد جنگ جی سی۔ آئی۔ ای جی سی۔ وی۔ او۔ اے۔ ڈی سی۔ ٹو ہز میجسٹی دی کنگ ایمپرر فرمانروائے ریاست مصطفےٰ آباد عرف دار السرور رامپور دام اقبالہم وملکہم بتاریخ ۲۱ اگست سنہ ۱۹۰۶ نذر دیا تھا۔ پھر بعد اجازت اعلیحضرت دام اقبالہم وملکہم بغرض نفع عام پرچہ شیعہ میں شائع کیا گیا۔ اسکے بعد اب ہدیہ ناظرین باتمکین کیا جاتا ہے ✽

در مطبع معبود پریس دہلی واقع چتلی قبر حلیۂ طبع پوشید

فہرست کتب موجودہ جوہر اینڈ کمپنی مقبول پریس چتلی قبر دہلی۔

تذکرۃ الطاہرین۔ اس کتاب میں مصائب کا ذکر نہایت خوش اسلوبی سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو پانچ حصے میں اور ہر حصہ میں نہایت مُبکی اور دلگداز روایتیں جمع کیگئی ہیں مکمل کتاب کی قیمت حال ۱۲؍

ینابیع المصائب۔ اس کتاب میں حضرت امام حسین اور اُن کے رفقاء کی شہادت کے صحیح حالات درج ہیں قیمت ۱۲؍

اخلاق:۔ تہذیب اسلام قسم اول للعہ؍

مناظر لاثانی منشی سید سجاد حسین صاحب کی تصنیف لطیف کا ذخیرہ

الآیات حضرات اہلسنت کی لیے ناز پانچ آیات قرآنی پر محققانہ نظر ثانی اور اس امر کا قطعی فیصلہ کہ اہلسنت کوئی ایک آیت بھی قرآن مجید سے اپنی خلفاء ثلثہ کی تائید یا توصیف میں پیش نہیں کر سکتے۔ قیمت ۱۲؍

آفتاب خلافت مسئلہ خلافت پر کافی بحث کر کے معتبر کتب اہلسنت سے حضرت علی کی خلافت کا ثبوت دیا ہے۔ ۴؍

مشعل ہدایت۔ ایک سُنّی فاضل امروہی کے آٹھ زبردست سوالوں کا تسکین دہ جواب۔ ... ۴؍

عطر ایمان۔ دو سنیوں کا شاہجہانپور میں شیعہ ہونا اور اُنکی فرمائش پر ہر چہار خلفاء کی لائف۔ قیمت ۵؍

الہادی۔ یہ کتاب بطور ناول ایک قصہ کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے جس میں عقائد شیعہ و سنی کا نہایت خوبی سے موازنہ کیا گیا ہے۔ ... ... قیمت ۱۲؍

جام جہاں نما۔ یہ بھی مناظرہ میں اپنے طرز کی ایک نرالی کتاب ہے۔ ... ″ ۱۰؍

سرمۂ خاموشی۔ یہ رسالہ اسم بامسمّےٰ ہے۔ ... ... ″ ۱۰؍

شرح کنز مکتوم۔ عقد امّ کلثوم کے متعلق مناظرہ میں قابل دید کتاب ہے۔ ... ″ ۱۰؍

صراط مستقیم۔ ایک سُنّی نے اپنی شیعہ ہونے کی وجوہ لکھی ہیں۔ ... ... ″ ۱۰؍

بحث بداء۔ اس میں بحث بداء پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ... ... ″ ۱۰؍

آئینہ حق نما شیعہ و سنی کے مناظرہ میں قابل دید ہے ... ... ″ ۱۰؍

پاکیزہ خیال۔ مناظرہ میں قابل دید کتاب ہے۔ ... ... ″ ۱۰؍

نور ایمان۔ طبع چہارم ۱۲؍۔ **نور ایمان** طبع ششم۔ عہ؍ **لواعج الاحزان**۔ ۳؍

گل عباسی امین و مامون پسران ہارون الرشید خلیفہ عباسیہ کے مناقشات دربار خلافت کا فوٹو ناولانہ رنگ میں قیمت ۱۲؍

قول دشمن صواعق محرقہ ابن حجر عسقلانی کی باب ہفتم کا ترجمہ مع ریویو کے مختصر حالات دشمن اہلبیت کی زبانی ″ ۱۲؍

اہلبیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۰

تمہید

ہمارے مضمون کی جو سرخی ہے وہ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ **اہل** اور **بیت**۔ مگر اِن دو لفظوں کی صحیح ترکیب اور حقیقی مفہوم سمجھنے کے لیے سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں۔ لاکھوں بلکہ یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ کروڑوں اوراق تصنیف و تالیف ہو گئے۔ یا سفید سے سیاہ کیے گئے۔ مگر جو بزرگانِ دین لفظِ **اہلبیت** کا حقیقی مفہوم اور معنے ہیں اُنکو بہت ہی کم لوگوں نے پہچانا۔ دین کی مقدس کتابوں میں خلقتِ انسان کی جو غرض و غایت بیان کی گئی ہے اُسکی سب سے اعلےٰ تعلیم حضراتِ انبیاء علیہم السلام نے دی۔ مگر جب نبوت کا خاتمہ ہوا۔ خاتم النبیین ع نے بہ امرِ خدا ہدایتِ مخلوق کا ذمہ دار جنکو چھوڑا وہ اور کوئی نہ تھے مگر **اہلبیت**۔

مخالفینِ اہلبیت کی چالین

جس طرح خدا کی مخلوق میں سے بہت سے لوگوں نے اپنے زعم میں خدا کو تختِ خدائی سے اُتارنے کی ہمیشہ بے سود کوشش کی ہے یعنی احکامِ خدا کو جنکی بابت اُنکا ہادیٔ اوّل (خود اُنکی عقل) مفید اور مناسب ہونا بتلاتا تھا ہمیشہ پسِ پشت ڈالا ہے۔ اور نفسِ سرکش و برباد کُن کی گمراہ کرنیوالی باتوں پر عمل کیا ہے۔ اُسی طرح قریب قریب کُل اُمّتِ محمدیہ نے سوائے معدودے چند نفوس کے جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے انتقال کے بعد ہی سے اہلبیتؑ کے ساتھ وہ وہ مخالفتیں شروع کر دیں جن سے نہ فقط اُنکے حقوق جائز مالی و وراثت کے غصب ہوئے۔ بلکہ سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ لوگ اُنکے فیوضِ نامتناہی سے متمتع اور اُنکے علومِ ہدایت سے بہرہ یاب نہونے پائیں۔ ایک زمانہ تو ایسا گزرا کہ اہلبیتؑ حقیقی کو جاننا پہچاننا اور ماننا تو کیسا۔ اُنکو ایذا پہنچانا مذہب کا ایک جزو قرار دیدیا گیا تھا۔ اور اپنے زعم میں اُنکی تذلیل و تحقیر بلکہ دنیا سے نیست و نابود کر دینے کے لیے کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی گئی تھی۔ اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا تھا۔ اِسکے ثبوت کے لیے شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام یعنی واقعۂ کربلا اور جنابِ علیؑ مرتضٰے پر علے الاعلان منبروں پر لعنت و سبّ کرنا یعنی گالیاں دینا شاہدِ عادل ہیں۔ اِسکے بعد ایک وہ دور آیا جس میں کسی قدر نرمی اختیار کی گئی۔ اور ظُلم کُھلّم کُھلّا تو دنیا میں اہلبیتؑ کے وجود کا انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ مخالفینِ اہلبیتؑ نے یونانی فلسفہ اور منطق کی امداد سے لغاتِ عربی کی ٹٹّی کی آڑ پکڑی۔ اور مخلوقِ خدا کو شاہراہِ ہدایت سے بھٹکانے اور دامِ ضلالت میں پھنسانیکے لیے ایسے ایسے جال پھیلائے کہ بڑے بڑے دانا اور فیلسوف اُنکے پھندوں سے نہ بچے۔

درود میں آل کے معنی اُمّت بیان کیے گئے

درودِ شریف میں آلِ محمدؐ کے معنی عام اُمّتِ محمدؐ بیان کیے گئے۔ جسکی تصریح اگر اسی منطق [illegible] اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا

یعنی علے جھبّو خاں پٹھان۔ وعلے پنّو خاں جھوجا۔ وعلے بُدّھو خاں میراثی۔ وعلے پیرو بھٹیارا۔ وعلے بفاتی قصّاب۔ وعلے منگلی چون پز۔ وعلے سُبھنیا ندّاف۔ وعلے کلّو سقا۔ وعلے مداری سپیرا۔ وعلے اللہ دیا کہار۔ وعلے غفورا حجّام۔ وعلے رحیما دھوبی۔ وعلے کریما جولاہہ۔ وعلے شمشیر خاں رانگھڑ۔ وعلے باسو منہیار...... وغیرہ وغیرہ۔ مگر کیا آلِ محمدؐ سے خدا اور رسولؐ کا یہی مفہوم ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ ایسا کہنا اور ماننا فریب ہے۔ دھوکا ہے۔ گمراہی ہے۔ ضلالت ہے۔

کلامِ خدا سے لفظِ آل کے معنی

کلامِ خدا و کلامِ رسولؐ میں جہاں اچھے معنوں میں اطاعت کرنیوالوں کو آل کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے وہاں صُلبی اولاد مراد لی گئی ہے۔ خواہ بیٹے کی نسل ہو یا بیٹی کی۔ اور تمام صُلبی اولاد نہیں بلکہ اُن میں سے صرف حقیقی اطاعت کرنیوالے اور پورے پورے سیرت پر چلنے والے۔ اور جہاں بدی میں پیروی کرنیوالے مراد لیے گئے ہیں وہاں سب شمار کیے گئے ہیں۔ اولاد و غیرِ اولاد ہر خرے کہ باشد۔

کلامِ خدا سے مثال

نیکی میں پیروی کرنیوالوں کی مثال کلامِ خدا سے یہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ (پارہ ۳ آل عمران رکوع ۴) بالتحقیق خدا نے آدمؑ و نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمرانؑ کو تمام عالموں سے برگزیدہ کیا۔ (اور سب پر فضیلت دی) دیکھیے آلِ ابراہیمؑ سے مراد جنکو تمام عالموں پر فضیلت دی گئی ہے صرف وہ انبیاء اور اوصیاء ہیں جو اولادِ ابراہیمؑ سے ہوئے۔ نہ کہ کُل اولادِ ابراہیمؑ جس میں یہودی بھی شامل ہیں۔ جو حضرت اسحٰقؑ کی اولاد ہیں اور جنہیں مسلمان و عیسائی سب ہی یہودانِ کفار کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اسی طرح آلِ عمرانؑ سے اولادِ عمرانِ باایمان مراد ہے۔ (جنکے حقیقی مفہوم کو انشاء اللہ مضمونِ آلِ عمران میں بیان کیا جائیگا) نہ یہ کہ

[illegible]

علیہ وآلہ وسلّم پر جو شخص بھی ایمان لایا ہو اُسے تمام عالموں پر فضیلت دیدی گئی ہو۔ بدی میں پیروی کرنیوالوں کی مثال جو اولاد وغیر اولاد سب پر حاوی ہے کلامِ خدا میں یہ موجود ہے وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (پارہ ۱ سورۃ البقرۃ رکوع ٦) اور (اے بنی اسرائیل اُسوقت کو یاد کرو) جبکہ تمہارے لیے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا تھا۔ پھر تمکو نجات دی تھی۔ اور تمہارے دیکھتے دیکھتے فرعون والوں کو ڈبویا تھا۔ دیکھیے اس میں آلِ فرعون سے فرعون کی اولاد مراد نہیں ہے۔ بلکہ اُسکے تمام ماننے والے اور ملازمین خواہ سول تھے یا ملٹری یا ملازمانِ ذاتِ خاص یا پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ یا بہیر وبنگاہ۔

آلِ محمدؐ سے کون مراد ہیں؟

لفظِ آل کے اِن دونو معنوں پر غور کرنے سے ناظرین کو کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ آلِ محمدؐ سے عام اُمّت تو کجا خود عام سادات و اولادِ رسوؐل بھی مراد نہیں۔ بلکہ آلِ رسوؐل میں سے صرف وہ ذواتِ مقدسہ مراد ہیں جو کامل اور حقیقی اتباع رسوؐل کا کرنیوالے تھے۔ اور جنابِ رسوؐلِ خدا کا کامل اتباع اور پوری پوری پیروی بلاحصولِ علمِ لدنّی اور مرتبۂ عصمت ناممکن ہے۔ لہٰذا درودِ شریف میں آلِ محمدؐ سے صرف معصومینِ آلِ محمدؐ یا صاحبانِ عصمت وطہارت مراد ہیں۔ نہ کہ کوئی اُنکا غیر۔ جیسا کہ جناب امام رضا علیہ السّلام نے اپنے بھائی زید ابنِ موسیٰ کاظم سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے زید تمکو یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ **ذرّیتِ فاطمہ پر آتشِ دوزخ حرام ہے**۔ اس حدیث میں ذرّیتِ فاطمہؑ سے صرف وہ اولادِ امیر المؤمنین مراد ہے جو بطنِ مقدسۂ جنابِ فاطمہؑ زہرا سے تولّد ہوئی۔ یعنی جناب حسنینؑ وجنابِ زینبؑ واُمِّ کلثومؑ ومحسن علیہم السّلام۔ نہ یہ کہ تمام اُنکی اولاد۔ بلکہ بعد میں جو جیسا کریگا ویسا پائیگا۔ کیا تمہارے نزدیک یہ جائز ہے کہ تمہارے والدِ ماجد جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام تو شب و روز خدا تعالیٰ کی جانگاہ عبادتیں بجا لائیں اور تم نافرمانی

خدا کے نزدیک تمہارا رتبہ خود جناب امام موسیٰ کاظم سے زیادہ ٹھیرا۔

اہلبیتؑ کے مفہوم میں تاویلیں

جس طرح آلِ محمدؐ کے معنی عام پیروانِ محمدؐ بیان کیے گئے اسی طرح اور اس سے بھی کچھ زیادہ رکیک تاویلیں اور لغو و بیہودہ تقریریں اہلبیتؑ کے مفہوم حقیقی پر پردہ ڈالنے کے لیے کی گئی ہیں۔ کُل تفسیر لکھنے والوں اور اصطلاحی تاویل کرنیوالوں کی قریب قریب جملہ تقریروں اور تحریروں کا خلاصہ۔ ماحصل یا لُبِّ لُباب یہ ہے کہ بیت سے مراد بیتِ اطاعت ہے۔ یا بیتِ قرابت۔ بیتِ اطاعت کی رو سے تو کُل اُمّت اہلبیت ہے۔ اور بیتِ قرابت کے دو حصے ہیں۔ بیتِ نسبی اور بیتِ سببی۔ کیونکہ قرابت دو ہی طرح کی ہوتی ہے۔ یعنی نسبی جس میں حسبی بھی شامل ہے جیسے ہمارے محاورہ میں ودآدھیال اور نانھیال کہتے ہیں۔ اور بیتِ سببی سسرال وسمدھیانہ۔ پس اس توجیہ سے آنحضرتؐ کے جتنے دادھیالی و نانھیالی سسرالی وسمدھیانی کے رشتہ دار ہیں خواہ وہ رشتے واقعی ہوں یا ادعائی۔ وہ سب اہلبیت ہو گئے۔ اِن تاویلاتِ رکیکہ اور توجیہاتِ خفیفہ کے ذریعے سے عام اُمّت عمیق بحرِ ضلالت میں غرق کر دی گئی۔ جنابِ رسالت مآب بہ سببِ علمِ نبوت اس طوفان کے آنے سے باخبر تھے۔ اور اُنہوں نے اس ڈوبنے سے بچنے کی کوشش کرنیوالوں کے لیے کشتی چھوڑی ہے۔ مگر وہ کشتی خود اہلبیتؑ ہیں۔

سفینۂ نجات ڈھونڈھنے والونکی حالت

چونکہ اس زمانہ میں علم عام ہے۔ اور ہر شخص کو یہ شوق ہے کہ اپنے معتقد در ہر امر کی تحقیق و تفتیش کرے اور غور و خوض کو کام میں لائے۔ لہذا جو بندگانِ خدا بلا تعصب و نفسانیت مذہبی باتوں کی تحقیق کرنیوالے ہیں اُنکی حالت ہمیں ایسی معلوم ہو رہی ہے جیسی اُن ڈوبنے والوں کی ہوتی ہے جو ایک دفعہ تو تہ میں بیٹھ جا

اور پھر پانی اُنکو اُبھار کر اوپر لاتا ہے اور وہ ہر طرف امداد کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ جس کیفیت کو اس مثل میں بخوبی بیان کیا گیا ہے کہ اَلغَرِیقُ یَتَشَبَّثُ بِالحَشِیشِ (ڈوبتا تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے)۔

غرضِ مضمونِ ہٰذا

ہمکو امید ہے کہ سہارا ڈھونڈھنے والوں کو اس مضمون کے سمجھ لینے سے خود وہ کشتی ہاتھ آجائیگی۔ اور عجب نہیں۔ بلکہ یہ کشتی مل گئی تو شک ہی نہیں کہ اُنکا بیڑا ابھی پار ہو جائیگا۔ سُنیے سُنیے۔ غور سے سُنیے۔ دل کے کانوں سے سُنیے۔ اور دل کی آنکھوں سے دیکھیے۔ کیونکہ معمولی کان اور آنکھیں جب تک دل متوجہ نہو صحیح کام نہیں دے سکتیں۔ ہم اپنے ناظرین کی خاص توجہ اس سبب سے مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ منطقی مُلّاؤں کے بُتوں اور فیلسوفی فریبوں کا گہرا رنگ عام طبیعتوں پر چڑھا ہوا ہے۔ جسکے دور کرنیکے لیے زبردست مصالحہ درکار ہے۔ مگر چونکہ ہم اور ہمارا مضمون خود خدا کی رینی میں رنگے ہوئے ہیں۔ اسلیے ہمکو امید قوی ہے کہ یہ رنگ سب رنگوں پر غالب آئیگا۔ کیونکہ وہ خود سبحانہ وتعالےٰ شانہ وَعُظمِ بُرہانہٗ فرماتا ہے صِبغَۃَ اللّٰہِ ج وَمَن اَحسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبغَۃً ج (اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے چوکھا رنگ ہوگا کس کا؟)۔

قرآن میں اہل البیت ہے

دیکھیے۔ غور سے دیکھیے۔ فریب بازوں کی رنگ سازیاں یہ ہیں کہ قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے اَہلُ البَیتِ فرمایا ہے نہ کہ اہلِ بیت۔ پہلی بات غور کے قابل تو یہی ہے کہ

ترتیبِ قرآن موافقِ تنزیل نہیں ہے

دوسرے یہ بھی کچھ کم خیال کے قابل نہیں کہ وہ پوری آیت جس میں اہل البیت

کا ذکر ہے ترتیب دینے والوں نے سورۂ احزاب میں ازواج کے بیان میں اس انداز سے ٹھونس دی ہے کہ وہ بجائے کامل آیت ہونے کے آیت کا ایک جزو ہو کر رہ گئی۔ جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ ہمارا اعتقاد ہے کہ بے کم و کاست کلام خدا ہے مگر اسکی ترتیب خدائی ترتیب ہرگز نہیں۔ یہ ترتیب دیا ہوا گنہگار آدمیوں کا ہے۔ جنہوں نے اپنے اغراضِ فاسدہ کے لیے اسکو اُلٹ پُلٹ ضرور کر دیا ہے۔ یہ قصہ بجائے خود تفصیل طلب ہے جسے ہم اپنے مضمون **ترتیبِ قرآن** میں انشاء اللہ مفصل بیان کرینگے۔

مثال

یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ تمام اُمّت کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ سب سے پہلے جو آیتیں نازل ہوئیں وہ یہ تھیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ یہ تھی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (پارہ ۶ سورۂ مائدہ رکوع ۱) مگر اب ناظرین مروجہ قرآن مجید میں دیکھ لیں کہ پہلی آیتیں کہاں ہیں اور پچھلی کہاں؟ جملہ آیاتِ قرآنی کو خلافِ ترتیب نزول جمع کرنے سے جو فریب دہی اور گمراہی مدِ نظر رکھی گئی تھی اُسکا ایک شمّہ ہم اپنے مضمون آیۂ تطہیر میں انشاء اللہ بیان کرینگے۔ جس سے یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ جب دنیوی معاملات میں جعلسازوں کے جعل کھل جاتے ہیں تو یہ تو ہدایت کا اور خدا کا معاملہ ہے۔ اسمیں یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ جعل نہ کھلتا۔ اور دھوکا دینے والوں کے اغراضِ فاسدہ کا اعلان نہ ہوتا۔

اہل البیت کے معنی و مفہوم

تحریر کرکے اَھلُ البَیْت کے معنی بحکمِ تفسیرِ القرآن بالقرآن بیان کرتے ہیں۔ جسے
ایک نظر دیکھ لینے کے بعد متلاشی کے دل میں انشاءاللہ آنِ واحد کے لیے بھی
اُسکے مضمونِ حقیقی کو سمجھ لینے کے لیے شک وشبہ باقی نہ رہیگا۔ اور پہچاننے والے
انشاءاللہ ماننے والوں کے درجہ میں آجائینگے۔ وہ آیت یہ ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ
لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۰ (پارہ ۲۲
سورۃ الاحزاب رکوع ۴) اے **اہل البیت** سوائے اِسکے نہیں ہے کہ خدا
ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور کردے۔ اور تمکو ایسا پاک کردے
جیساکہ پاک کرنیکا حق ہے۔ اِس آیت میں لفظِ **اہل البیت** دو کلموں یعنی **اہل**
اور **البیت** سے مرکب ہے۔ اب ہمکو لغت سے اُسکے ہر جزو یعنی **اہل** اور **البیت**
کے معنی پہلے حل کرلینے چاہییں۔ جنکے حل ہوجانیکے بعد خود مرکب کے معنی سمجھنے میں
انشاءاللہ کوئی دقت نہ رہیگی۔

اہل کے معنی

(لفظِ اہل کے لغوی معنی حسبِ اندراجِ ذیل ہیں)۔

(۱) اولاد (۲) تابعین یا پیرو (۳) کُنبہ یعنی عزیز واقارب (۴) لائق۔ قابل۔ مستحق
(۵) کسی مقام۔ ملک۔ شہر۔ قصبہ۔ دیہات یا مکان کے رہنے والے۔ (۶) کسی سواری
کے سوار (۷) کسی پیشہ کے کرنیوالے (۸) کسی خاص صفت سے متصف (۹) زوجہ بشرطیکہ
کُنبہ کی بیٹی ہو (۱۰) مالک (۱۱) وارث۔

کلامِ پاک سے ہر ہر معنی کی مثال

اب نمبروار ہر ایک کی مثالیں جو بیشتر کلامِ خدا سے ہونگی درج کیجاتی ہیں۔

(۱) وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ ج وَاِنَّ وَعْدَكَ
الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۰ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ج اِنَّهٗ عَمَلٌ

غَيْرُ صَالِحٍ ق (پارہ ۱۲ سورۂ ہود۔ رکوع ۴) اور نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکار کر عرض کی کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ اور بیشک تیرا وعدہ سچا اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے (جواب میں خدا نے) فرمایا وہ تیری اولاد سے نہیں ہے یقیناً اُسکے عمل اچھے نہیں ہیں۔ یہاں اہل سے صاف اولاد مراد ہے۔

(۲) (الف) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ٥ (سورۂ طٰہٰ رکوع ۸۔ پارہ ۱۶) اور اپنے تابعین کو نماز کا حکم دو۔ اور اُسکی تکلیف برداشت کرو۔ ہم تم سے کوئی رزق نہیں مانگتے ہم خود تمکو رزق دیتے ہیں۔ اور انجام پرہیزگاری کا بہتر ہے۔ یہاں اہل سے تابعین مراد ہیں۔ خواہ اولاد ہو یا غیر اولاد۔

(ب) وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنَجُّوْكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ٥ (سورۂ عنکبوت رکوع ۴۔ پارہ ۲۰) اور جسوقت ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوطؑ کے پاس پہنچے تو اُنکو اپنی امت سے اُن فرشتوں کے بارے میں رنج پہنچا۔ اور اُنکی حفاظت کے بارے میں اپنے آپ کو کوتہ دست پایا۔ اُسوقت اُن فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ نہ تم آیندہ کے بارے میں خوف کرو۔ نہ گزشتہ کا رنج کرو۔ ہم یقیناً تمکو اور تمہارے "تابعین کو بچا لینگے۔ سوائے تمہاری زوجہ کے جو پیچھے رہجانیوالوں میں ہوگی۔ یہاں بھی اہل سے مراد تابعین لی گئی ہے۔ اور زوجہ بوجہ اطاعت نہ کرنیکے خارج کی گئی۔

(۳) وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُّرِيْدَا إِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ٥ (سورۂ نساء۔ رکوع ۶۔ پارہ ۵) اور اگر تمکو مرد و عورت میں جدائی کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ شوہر کے کُنبہ سے مقرر کرو۔ اور ایک پنچ زوجہ کے کُنبہ سے۔ اگر اِن دونوں کا مصالحت کا ارادہ ہوگا تو اللہ تعالٰے زن و شوہر کو موافقت کی توفیق عنایت فرمائیگا۔ اس میں شک نہیں کہ خدا تعالٰے صاحب علم و خبر ہے۔ اس آیت میں اہل سے مراد کُنبہ یا عزیز و اقارب

لی گئی ہے۔

(۴) اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ (سورۃ الفتح رکوع ۳ پارہ ۲۶) جس وقت کافروں نے اپنے دلوں میں حمیّت کی ٹھان لی اور حمیّت بھی جاہلیّت کی حمیّت تو خدا تعالےٰ نے اپنے رسوؐل پر اور مؤمنین پر اپنا سکینہ نازل فرمایا۔ اور اُنکے لیے کلمۂ تقوےٰ لازم کر دیا۔ وہ اُسکے مستحق اور اہل بھی تھے۔ یہاں اہل سے مراد مستحق۔ قابل اور لائق ہے۔

(۵) (الف) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِنَّ اَهْلَبَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ كَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَآءِ ۝ جنابِ رسوؐلِ خدا نے فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ زمین والوں کے لیے ویسے ہی امان ہیں جیسے ستارے آسمان والوں کے لیے۔ یہاں اہل سے مراد سکنا ہیں۔

(ب) ملک کے رہنے والے عام طور سے اہلِ عرب۔ اہلِ عجم۔ اہلِ ہند۔ اہلِ بادیہ وغیرہ مشہور ہیں۔

(ج) وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ (سورہ حجر۔ رکوع ۵۔ پارہ ۱۴) اور شہر کے رہنے والے خوش ہوتے ہوئے آئے۔ یہاں اہل سے مراد شہر کے رہنے والے ہیں۔

(د) وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۝ (سورہ عنکبوت۔ رکوع ۴۔ پارہ ۲۰) اور جس وقت ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لیکر آئے۔ اُنھوں نے کہا ہم ضرور اس گاؤں والوں کو ہلاک کرینگے کہ اس گاؤں کے رہنے والے ظالم ہیں۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝

(سورۂ اعراف - رکوع ۱۲ - پارہ ۹) اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف رکوع ۱۲ - پارہ ۹) کیا دیہات والے اس سے مطمئن ہو گئے کہ ہمارا عذاب اُنکو راتوں رات آلے۔ اور وہ سوتے کے سوتے رہجائیں۔ یا دیہات والے اس سے مطمئن ہو گئے کہ ہمارا عذاب اِنکو دن دہاڑے آلے۔ اور وہ کھیل کود ہی میں ہوں۔ ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ دیہات کے رہنے والوں کے لیے اہل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

(۵) وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓی اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ (سورۂ القصص رکوع ۱ - پارہ ۲۰) اور ہمنے اُسپر اور دودھ پہلے ہی سے حرام کر دیے تھے۔ پس اُسکی بہن نے کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر والے تبلادوں جو تمہاری طرف سے اِس بچہ کی کفالت کریں۔ اور وہ اسکے خیر خواہ بھی ہوں۔ یہاں اہل سے مراد صاحب مکان ہے۔

(۶) فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ۝ (سورۃ الکہف - رکوع ۱۰ - پارہ ۱۵) پس (موسٰے و خضر) دونوں چلے۔ یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہوئے۔ جسے حضرت خضر نے توڑ ڈالا۔ اُسوقت (حضرت موسٰے نے) کہا کیا یہ کشتی آپنے اس لیے توڑی ہے کہ کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ بیشک یہ کام آپ سے نامناسب ہوا۔ یہاں اہل سے مراد سواران کشتی ہیں۔

(۷) مشہور عام ہے اہل سیف۔ اہل حرفہ۔ اہل قلم وغیرہ۔

(۸) اَهْلُ الْبَغْیِ وَالطُّغْیَانِ۔ اَهْلُ الظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اَهْلُ النِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ۔

الْبَابِ ط قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہ (سورۂ یوسف۔ رکوع ۳۔ پارہ ۱۲) اور دونوں دروازے کی طرف لپکے۔ اور زلیخا نے حضرتِ یوسفؑ کا کُرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا۔ اور زلیخا کے شوہر سے دروازے کے قریب مُڈبھیڑ ہوئی۔ زلیخا نے کہا کہ جو شخص تمہاری زوجہ سے بدی کا ارادہ کرے اُسکی سزا اِسکے سِوا کیا ہے کہ قید کیا جائے یا دردناک عذاب میں مبتلا ہو۔ یہاں اہل سے مراد زوجہ ہے۔ پُرانی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا عزیزِ مصر کی چچازاد بہن بھی تھی۔ اور اُسکی مزید وضاحت کے لیے یہ بات قرآنِ مجید سے ثابت ہے کہ چونکہ رسُولِ خدا کی ازواج میں بیشتر ایسی تھیں جو کُنبہ کی بیٹیاں نہ تھیں۔ اس لیے خدا نے اُنکے لیے یا تو نساء کا لفظ فرمایا ہے یا ازواج کا۔ مثلاً یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ہ (سورۃ الاحزاب۔ رکوع ۴۔ پارہ ۲۱) اے نبیؐ کی بیبیو! جو تم میں سے کھُلی بدی کریگی اُسکو دُگنا عذاب دیا جائیگا۔ اور اللہ کے لیے یہ بات آسان ہے۔ یہاں دیکھیے نبیؐ کی ازواج کو نساء فرمایا ہے۔

اور يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (سورۂ تحریم۔ رکوع ۱۔ پارہ ۲۸) اے نبیؐ جو کچھ اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا تم اُسکو حرام کیوں کرتے ہو؟ کیا تم اپنی ازواج کی خوشی چاہتے ہو؟ یہاں پر ازواج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اہل کہیں نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ وہ سب بحیثیت مجموعی اس لفظ کی اہل نہ تھیں۔

(۱۰) (الف) فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (سورۂ نساء۔ رکوع ۴۔ پارہ ۵) پس اِن (لونڈیوں) سے اُنکے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ یہاں اہل کے معنی مالک ہیں۔

(ب) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ج (سورہ نساء۔ رکوع ۸۔ پارہ ۵) تحقیق کہ اللہ تمکو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُنکے مالکوں کو پہنچاؤ۔ یہاں بھی اہل کے معنی مالک کے ہیں۔

(۱۱) مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓی اَھْلِہٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا ط (سورہ نساء۔ رکوع ۱۳۔ پارہ ۵) جو شخص غلطی سے کسی مومن کو قتل کردے تو اُس کے ذمّہ ہے ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا اور اُسکے ورثہ کو پورا خونبہا دینا۔ سوائے اُس صورت کے کہ ورثہ معاف کردیں۔ یہاں اہل کے معنی وارث کے ہیں۔

اَلْ اور بیت کے معنی

جب ہمکو اہل کے معنی معلوم ہو چکے تو البیت کے معنی معلوم کرنے چاہییں۔ البیت بجائے خود دو لفظوں سے مرکب ہے۔ اَلْ اور بیت۔ اِس اَلْ کو جعفر زٹلی کے اَلْنامہ کی اَلْ نہ سمجھیں۔ بلکہ اَلْ تعریفی ہے۔ جس کے معنوں سے تخصیص پیدا ہوتی ہے۔ اور بیت کے معنی کسی جاندار کے شب باش ہونے یا آرام کرنیکی جگہ ہیں۔ گو فنِ شاعری میں دو مصرعوں کو بھی بیت کہتے ہیں۔ مگر یہاں جائے بیتوتت (شب باش ہونا) مراد ہے۔ جیسے کہ خدا فرماتا ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ج اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ط وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ ط لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ہ (سورہ عنکبوت۔ رکوع ۴۔ پارہ ۲۰) اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور وں کو اپنا مالک بنایا ہے اُس مکڑی کی طرح ہے جس نے (اپنے خیال میں) ایک مکان بنایا۔ حالانکہ بودے سے بودا گھر مکڑی کا ہے۔ بشرطیکہ وہ سمجھتے ہوں۔

البیت سے مراد خانۂ کعبہ ہے

اب آدمیوں کے لیے جو مکان سب سے پہلے بنایا گیا اُسے پروردگارِ عالم نے اپنے کلامِ پاک میں پہلے تو اَوَّلَ بَیْتٍ سے یاد کیا ہے۔ اور پھر جہاں اُسکا ذکر آیا ہے اُسے اَلْبَیْتُ فرمایا ہے۔

قرآنِ مجید سے ثبوت

ثبوت کے لیے مثالیں پیش کیجاتی ہیں۔ اور سب سے پہلے وہ آیت دکھلاتے ہیں جس میں اس مکان کو اَوَّلَ بَیْتٍ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ (سورۂ آلِ عمران۔ رکوع ۱۰۔ پارہ ۴) سب سے پہلا گھر جو تمام آدمیوں کے (نفع کے) لیے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ برکت والا ہے۔ اور کُل عالموں کے لیے ہدایت ہے۔ اِسی مکان کا پھر جب پروردگارِ عالم نے ذکر فرمایا تو البیت کہا یعنی وہی گھر یا وہ گھر۔

مثالیں

مثال کے لیے آیاتِ ذیل بچشمِ غور دیکھیے۔ اور بگوشِ ہوش سُنیے:۔

(۱) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط (سورۃ البقرۃ۔ رکوع ۱۵۔ پارہ ۱) اور اُسوقت کو یاد کرو جبکہ ہمنے البیت (بیت اللہ) کو کُل آدمیوں کے لیے ثواب حاصل کرنیکی جگہ اور امن کا مقام مقرر کیا۔

(۲) وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (سورۃ البقرۃ۔ رکوع ۱۵۔ پارہ ۱) اور اُسوقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ البیت (خانۂ کعبہ) کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔

(۳) فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط (سورۃ البقرۃ - رکوع ۱۹ - پارہ ۲) پس جو شخص البیت کا حج کرے یا عمرہ بجالائے۔ اُسے لازم ہے کہ ان دونوں حالتوں میں اُسکا (یعنی خانۂ کعبہ کا) طواف بھی کرے۔

(۴) وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط (سورۃ آل عمران - رکوع ۱۰ - پارہ ۴) اور کُل آدمیوں کے ذمّہ خدا کی طرف سے البیت (خانۂ کعبہ) کا حج واجب ہے۔ جسکو اُس تک پہنچنے کا مقدور ہو۔

(۵) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط (سورۃ مائدہ - رکوع ۱ - پارہ ۶) اے ایمان لانیوالو! خدا کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ نہ کسی متبرک مہینہ کی۔ اور نہ نذر کردہ جانوروں کی۔ اور نہ محترم البیت (خانۂ کعبہ) میں رہنے والوں کی جو اپنے پروردگار کے فضل اور اُسکی خوشنودی کے خواستگار ہوں۔

(۶) وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ط (سورۃ الانفال - رکوع ۴ - پارہ ۹) اور اِن (مشرکوں) کی نماز البیت کے پاس سوائے سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے کچھ نہ تھی۔

(۷) وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ه (سورۃ الحج - رکوع ۴ - پارہ ۱۷) اور اُسوقت کو یاد کرو جبکہ ہمنے ابراہیمؑ کے لیے البیت کو مکان مقرر کیا۔ اور (یہ ہدایت کی کہ) میرا کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے مکان کو طواف کرنیوالوں۔ قیام کرنیوالوں اور سجدہ کرنیوالوں کے واسطے پاک رکھنا۔

(۸) ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (سورۃ الحج - رکوع ۴ - پارہ ۱۷) پھر اُنکو لازم ہے کہ اپنا میل کچیل صاف کریں۔ اور اپنی منتیں پوری کریں۔ اور اسی قدیم البیت (خانۂ کعبہ) کا طواف کریں۔

(۹) لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (سورۃ الحج - رکوع ۴ - پارہ ۱۷) تمہارے لیے ایک وقتِ مقررہ تک اِن حیوانات میں فوائد ہیں - پھر اسی قدیم البیت (خانہ کعبہ) کے پاس اِنکے حلال ہونیکا مقام ہے

(۱۰) فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ (سورۃ القریش) پس اِن (قریش) کو لازم ہے کہ اِس البیت کے رب کی عبادت کریں -

اب جبکہ ہمکو اہل اور البیت دونوں کے معنوں پر عبور ہو گیا تو اِس مرکب کے معنی سمجھ میں آ گئے - یعنی اہل البیت وہ شخص یا اشخاص ہیں - جنکا خدا کے گھر سے خاص تعلق ہو - اور جو اِس گھر کے مالک - اِس گھر کے رہنے والے - اِس گھر کے لائق اور قابل - اِس گھر کے بیٹے - اس گھر کے امین - اس گھر کے وارث - اِس گھر کے محافظ اور اِس گھر کے نگراں ہوں -

البیت اور اہل البیت کی تاریخ ابتدائے آدم سے

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے سب سے پہلے خدا کے حکم سے اس محترم مکان کی بنیاد رکھی - گویا سب سے پہلے اہل البیت وہ تھے - اور قرآن مجید میں جس شخص سے سب سے پہلے خدا کے فرشتوں نے اہل البیت خطاب کرکے بات کی ہے وہ حضرت خلیل اللہ بانیِٔ بنائے کعبۃ اللہ ہیں - بنائے کعبہ حسب تصریح کتب تواریخ و سیر - بعدِ واقعۂ طوفانِ نوحؑ - حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بمددِ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ڈالی تھی جسکی تائید کلام اللہ سے بھی ہوتی ہے - جیسا کہ سورۃ البقرۃ (رکوع ۱۵) میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے - وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ؕ یعنی اُسوقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ البیت (خانہ کعبہ) کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے - جنابِ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ جس وقت خدا کے اِس کام سے فارغ ہوئے تو اُنھوں نے خدا تعالےٰ سے عرض کی کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے پروردگار ہمارے ہماری اس ناچیز خدمت

کو قبول کر۔ خدا نے اُس خدمت کو قبول فرمایا۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ اسکے بعد جو دعائیں جناب ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے اپنے امتحانِ اطاعت اور ثابت قدمی کے لیے کی ہیں وہ سب پروردگارِ عالم نے قبول فرمائیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر ہم اپنے مضمون **ذبحِ عظیم** میں انشاءاللہ بیان کرینگے۔ اِس دعا کو سرافرازیٔ قبولیت عطا ہونے ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب خدا کے خاص فرشتے حضرتِ لوط علیہ السلام کی اُمت کو خلافِ فطرت بدفعلی کی سزا دینے کے لیے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جناب اسحٰقؑ و جنابِ یعقوبؑ کی ولادت کی بشارت دینے کے لیے بھیجے گئے۔ تو انہوں نے جنابِ ابراہیم علیہ السلام کو بہ خطابِ **اہل البیت** خطاب کیا۔ جیسا کہ سورہ ہود (رکوع ۷۔ پارہ ۱۲) میں ہے وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اور حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ کھڑی ہوئی تھیں وہ حائضہ ہو گئیں۔ پس ہمنے اُنکو (ولادتِ) اسحٰقؑ کی اور بعدِ اسحٰقؑ (ولادتِ) یعقوبؑ کی خوشخبری دی۔ تو وہ بولیں۔ ہائے خرابی میری۔ کیا مجھ سے بچہ پیدا ہوگا۔ حالانکہ میں بڑھیا پھونس ہوں۔ اور یہ میرے شوہر ضعیف و بیکار ہیں۔ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔ فرشتے بولے (اے عورت) کیا تو امرِ خدا سے تعجب کرتی ہے؟ حالانکہ اے **اہل البیت** تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں۔ اور یقیناً خدا سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔ اِس آیت میں بھی عوام النّاس کو دھوکا دینے کے لیے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دیکھو حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کو بھی بخطاب **اہل البیت** یاد کیا گیا ہے۔ مگر یہ ظاہر بظاہر غلط ہے کیونکہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سے جب خطاب ہے تو واحد مؤنث حاضر کا صیغہ (تَعْجَبِيْنَ) استعمال کیا گیا ہے۔ اور لفظ **اہل البیت** کا خطاب حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہے۔ جیسا کہ (عَلَيْكُمْ) کی ضمیر مذکر مخاطب سے صاف ظاہر ہے۔ المختصر

بعد واقعۂ طوفانِ نوحؑ جب سے جناب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے بحکم خدا بنائے کعبۃ اللہ فرمائی یہی دونوں (باپ بیٹے) **البیت** کے متولّی اور محافظ قرار پائے۔ جیساکہ آیۂ ذیل سے انکا **اہلبیت** ہونا ظاہر ہے۔ **وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّاۤئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ** ۝ (سورۃ البقرۃ۔ پارہ ۱ رکوع ۱۵) اور اُسوقت کو یاد کرو جبکہ ہمنے **البیت** (خانۂ کعبہ) کو کُل آدمیوں کے لیے ثواب کی جگہ اور امن کا مقام مقرر کیا۔ (اور یہ حکم دیا) کہ مقام ابراہیمؑ کو مصلّے قرار دو۔ اور ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو اِس عہد پر مامور کیا کہ تم دونوں (باپ بیٹے) میرے مکان کو طواف کرنیوالوں۔ اعتکاف کرنیوالوں۔ رکوع اور سجود کرنیوالوں کے لیے پاک صاف رکھو۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوگیا۔ تو **اہل البیت** اسمٰعیل علیہ السلام مقرر ہوئے۔ اور بعد جناب اسمٰعیل علیہ السلام کے اُنکے بیٹے قیدار **اہل البیت** ہوئے۔ قیدار کے بعد اُنکے بیٹے حمل۔ حمل کے بعد اُنکے بیٹے اَلنبت۔ پھر اُنکے بیٹے سلامان۔ پھر اُنکے بیٹے ہمیسع۔ انکے بعد انکے بیٹے الیسع۔ اُنکے بعد اُنکے بیٹے اُدد۔ اور پھر اُنکے بیٹے اُد۔ اور پھر اُنکے بیٹے عدنان۔ اور پھر اُنکے بیٹے مَعد۔ اور اُنکے بعد اُنکے بیٹے نزار۔ اور پھر اُنکے بیٹے مُضر۔ اور پھر اُنکے بعد الیاس۔ اور پھر مُدرکہ۔ اور پھر خزیمہ۔ اور پھر کنانہ۔ اور پھر نضر جنکا دوسرا نام قریش تھا۔ اُنکے بعد اُنکے بیٹے مالک۔ اور پھر اُنکے بعد فہر۔ اور پھر غالب۔ اور پھر لُوَیّ۔ پھر کعب۔ پھر اُنکے بیٹے مُرّہ۔ اور پھر کلاب۔ اور پھر زید جنکا دوسرا نام قُصَیّ تھا۔ اُنکے بعد اُنکے بیٹے مُغیرہ جو عبدِ مناف مشہور تھے۔ پھر اُنکے بیٹے ہاشم۔ اور اُنکے بعد اُنکے بیٹے شیبۃ الحمد المعروف بہ عبد المطّلب سلسلہ بہ سلسلہ اور نمبر بہ نمبر **اہل البیت** ہوئے۔ یہ جناب عبد المطّلب جناب رسولِ خدا کے جدِّ امجد ہیں۔

اُبرہہ حاکمِ یمن کا البیت پر حملہ

یہ انہی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ اُبرہہ حاکمِ یمن نے شہرِ مکہ پر فوج کشی کی۔ وجہ اس حملہ کی یہ تھی کہ اُبرہہ جو بادشاہِ حبشہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا۔ اُسکی خواہش یہ تھی کہ اپنے دار الحکومت میں ایک ایسا میلہ قائم کرے جس میں تمام ملکِ عرب۔ شام اور حبشہ کے سوداگر جمع ہوا کریں جس طرح ہمارے ہاں ملکِ بہار میں چھتر کا میلہ۔ ضلع آگرہ میں بٹیسر کا میلہ۔ قسمتِ میرٹھ میں میرٹھ کی نوچندی وغیرہ اور اور بہت سے ایسے میلے ہوتے ہیں جن میں لاکھوں کا مالِ تجارت آتا اور جاتا ہے۔ اسی طرح اُسکا بھی خیال تھا کہ یہ میلہ اُسکی یادگار رہے۔ اور اس علاقہ کے لوگ اس سے منتفع ہوا کریں۔ یہ خواہش فی نفسہ بُری نہ تھی۔ مگر چونکہ اس خواہش کے ساتھ ہمسری بلکہ برتری اُس میلہ سے مقصود تھی جو حج کعبۃ اللہ کے لیے سال بسال قائم ہوا کرتا تھا۔ اور اُسکو زمانۂ جاہلیت میں موسم کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اِسوجہ سے اُسے حسب دلخواہ کامیابی نہ ہوئی۔ تب اُسنے شہرِ صنعا میں ایک عبادت خانہ بنوایا کہ لوگ اُسی کی عبادت کے خیال سے جمع ہوا کریں مگر نہوئے۔ جب اِس طرح بھی آرزو برآتی نظر نہ آئی تو اُسنے یہ ٹھان لی کہ مکہ معظمہ پر حملہ کرکے شہر کو برباد و تاراج اور بیت اللہ یا **البیت** کو مسمار و منہدم کرکے اُسکے نام و نشان کو مٹادے۔ چنانچہ حبشہ سے بہت سے ہاتھی طلب کیے۔ اور ایک جرار لشکر ہمراہ لیکر چڑھ آیا۔ اہلِ مکہ تو اُسکے خوف سے شہر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر **اہل البیت** سوائے ربِّ **البیت** کے کسی سے ڈرنیوالے نہ تھے۔ اِس لیے قائم اور ثابت قدم رہے۔ بلکہ جس وقت حضرت عبد المطّلب کے غلاموں نے آکر اطلاع دی کہ آپکے اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے گلّے اُبرہہ کے آدمی لوٹ کر لے گئے تو حضرت عبد المطّلب نے عصائے ابراہیمؑ ہاتھ میں لیا۔ اور جُبّہ در بر و عمامہ بسر نہایت شان و شوکت سے اُبرہہ کے پاس اپنے مال کی واپسی کے لیے

تشریف لے گئے۔ متولیانِ البیت کی کسی دنیاوی دربار میں سوائے دربارِ یزید و ابنِ زیاد کے کبھی بے عزّتی نہیں ہوئی۔ چنانچہ اُبرُہہ کو جس وقت حضرت عبد المطلب کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ تعظیم کے لیے نہ فقط اُتر کر کھڑا ہوا بلکہ درِ خیمہ تک استقبال کے لیے بھی آیا۔ اور نہایت احترام سے لیجا کر حضرت عبد المطلب کو تخت پر بٹھایا۔ اور خود نیچے بیٹھ گیا۔ اور آنیکی وجہ دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ تیرے آدمی میرے مویشی میرے غلاموں سے جبرًا چھین لائے ہیں اُنکو واپس دلوا دے۔ اُبرُہہ نے عرض کی کہ میں حضور کی فرمائش پوری کرنیکو تیار ہوں۔ مگر تعجب یہ ہے کہ آپنے اپنے مویشی کا تو خیال کیا اور اس عمارت کا جو آپکے زعم میں بیت اللہ ہے اور جسکے مسمار کرنیکے لیے میں یہ جرار لشکر لیکر آیا ہوں کچھ خیال نہ کیا۔ نہ کوئی سفارش فرمائی۔ حالانکہ میں آپکی سفارش رد نہ کرتا۔ حضرت عبد المطلب نے ارشاد فرمایا کہ اِس مویشی کا تو میں مالک ہوں۔ اور اِس مکان کا صرف محافظ ہوں۔ جو اسکا مالک ہے وہ خود اسکی حفاظت کی فکر کریگا۔ چنانچہ حضرت اپنے مویشی لیکر چلے آئے۔ اُبرُہہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ دوسرے تیسرے روز چاروں طرف فوج پھیلا کر زور و شور سے حملہ کر دیا۔ جسکے دفعیہ کے لیے ربِّ البیت کے بیشمار لشکروں میں سے ایک حقیر پرند **ابابیل** کالونے سا لشکر بھیجا گیا۔ جو پتھرائی ہوئی مٹی کے ہتھیاروں سے مسلح تھا۔ ایک ایک ابابیل تین تین ملعونوں کے فنا کرنیکو کافی تھی۔ جو کچھ اس فوج و لشکر پر گزری وہ قرآنِ مجید میں مَاقَلَّ وَدَلَّ کے طور پر سورۂ فیل و قریش میں اس طرح درج ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۞ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۞ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۞ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۞ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۔ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ

الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ (ترجمہ ہر دو سورہ) کیا تُنے نہیں دیکھا کہ تمہارے ربّ نے ہاتھی والوں (اصحاب فیل) کی کیسی گت بنائی تھی۔ کیا اُسنے اُنکا مکر بیکار نہ کر دیا۔ اور اُن پر ابابیلوں کے جھلّڑ بھیجے۔ جو اُن پر کنکریاں مارتے تھے۔ اور اُنکو ایسا کر دیا تھا جیسا کہ چبایا ہوا بھوسا۔

تاکہ قریش کو جاڑے اور گرمی کے سفر کا جو چسکا پڑا ہوا ہے وہ برقرار رہے (اس طرح دشمنوں کو تباہ کر دینے کے سبب) اُنکو لازم ہے کہ اس مکان (**البیت**) کے ربّ کی عبادت کرتے رہیں۔ جو بھوک سے بچانیکے لیے اُنہیں طعام عنایت فرماتا ہے۔ اور جب خوف طاری ہوتا ہے تو اسی طرح اُنہیں بچالیتا ہے۔

جنابِ اسمٰعیلؑ کا متولیِ البیت ہونیکا استحقاق

اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ عہدہ یعنی **اہل البیت** ہونا حضرتِ ابراہیمؑ سے نسلِ جنابِ اسمٰعیلؑ میں استحقاقاً منتقل ہوکر وراثۃً جنابِ عبدالمطلب تک پہنچا ہے۔ بعد جناب عبدالمطلب کے کس کو ملا؟ ہم نے جو استحقاقاً کہا اُسکا یہ مطلب ہے کہ جنابِ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تو دو تھے۔ حضرتِ اسمٰعیلؑ اور حضرتِ اسحٰقؑ۔ مگر **اہل البیت** ہونیکا حق صرف جنابِ اسمٰعیل علیہ السلام اور اُنکی اولاد ہی کو حاصل تھا۔ نہ کہ اسحٰق علیہ السلام اور اُنکی اولاد کو۔ کیونکہ بنائے **البیت** میں جنابِ اسمٰعیلؑ حضرتِ ابراہیمؑ کے مددگار تھے۔ اور اسکی تین شہادتیں موجود ہیں:۔

(۱) قرآنِ مجید (الف) وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۝ (سورۃ البقرۃ پارہ ۱ رکوع ۱۵) اور (اے پیغمبرؑ تم) اُسوقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ **البیت** کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔

(ب) وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (سورۃ البقرۃ۔ رکوع ۱۵۔ پارہ ۱) اور ہم نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو اس عہدہ پر مامور کیا کہ تم دونوں (باپ بیٹے) میرے مکان کو طواف کرنیوالوں۔ اعتکاف کرنیوالوں۔ اور رکوع و سجود کرنیوالوں کے لیے پاک و صاف رکھو۔

(۲) حرم کعبۃ اللہ میں مقامِ ابراہیمؑ اور حجرِ اسمٰعیلؑ کا ابتک موجود ہونا۔

(۳) اولادِ اسمٰعیلؑ میں سے برابر اور مسلسل اہل البیت کا ہونا۔

بعدِ جنابِ عبدالمطّلب اہل البیت کون ہوا؟

بعد جناب عبدالمطّلب کے یہ تو کھلا تاریخی واقعہ ہے کہ جنابِ ابوطالبؑ قومِ قریش کے رئیس۔ ملکِ حجاز کے بادشاہ۔ **البیت** کے متولّی اور خدا کی کُل چیزوں کے محافظ قرار پائے۔ ازآنجملہ خدا کے رسولؐ کے بھی۔ مگر کیوں قرار پائے؟ اس لیے کہ اُنکے بھائی حضرتِ عبداللہ والدِ ماجد جنابِ رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا انتقال جنابِ عبدالمطّلب کے حینِ حیات ہو چکا تھا۔ اور اس طرح خود جنابِ رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم محجوب الارث ہو چکے تھے۔ حضرتِ ابوطالب علیہ السّلام نے اپنے متعلقہ فرائض کو جس خوبی سے انجام دیا ہے اُسکی کسی قدر کیفیت اسنیٰ المطالب فِی نجات ابیطالبؑ مطبوعۂ مصر مصنفۂ سیّد احمد بن زینی دحلان مفتی فرقۂ شافعیہ مکّۂ معظمہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اِن حضرت نے خدا کے رسولؐ اور اپنے ایمان کی حفاظت اس خوبی سے کی کہ اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتی تھی۔ اور جب تک یہ زندہ رہے کفّارِ قریش جنابِ رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جیسا اُنکا جی چاہتا تھا ویسا آزار نہ پہنچا سکے۔

بعد جنابِ ابوطالب اہل البیت کون ہوا؟

بعدِ جنابِ ابوطالب اہل البیت کون ہونا چاہیے؟ یہی معرکۃ الآرا بات ہے۔ اور اسی پر حقیقی مفہوم اہل البیت کا دار و مدار ہے۔ حضرت ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ طالبؑ۔ عقیلؑ۔ جعفرؑ۔ علیؑ۔ اور چونکہ تولیتِ البیت مثل ریاست ہمیشہ کسی ایک ہی کو ملتی رہی ہے۔ لہٰذا جس طرح حضرتِ ابراہیمؑ کے بیٹوں میں سے صرف حضرتِ اسمٰعیلؑ کو بوجہ استحقاقِ شرکتِ بنائے کعبہ یہ تولیت وراثۃً ملی تھی اِسی طرح اولادِ جنابِ ابوطالب علیہ السلام میں سے حضرت علی علیہ السلام کو یہ تولیت وراثۃً پہنچی۔ اور گو جنابِ امیر علیہ السلام حضرتِ ابوطالبؑ کے سب بیٹوں میں کم سن تھے مگر اُنکے اہل البیت ہونیکا یہ استحقاقِ خاص تھا کہ البیت کے اندر سوائے اُنکے کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ حضرتِ علی علیہ السلام کو یہ شرف تمام مخلوقِ خدا پر حاصل ہے کہ وہ خدا کے خانہ زاد ہیں۔ اس ولادت کے مفصّل حالات تو ہم اپنے مضمون خانہ زادِ خدا میں انشاءاللہ بیان کرینگے۔

اہل البیت کے معنی کا تطابق جنابِ امیرؑ کی ذاتِ بابرکات پر

یہاں ناظرین اہل اور البیت کو ملاکر حضرتِ علیؑ ابن ابیطالبؑ کی ذات پر منطبق کر کے دیکھیں اور غور کریں کہ حضرتِ ابراہیمؑ سے لیکر ان حضرتؑ تک جس قدر اہل البیت مقرر ہوئے اُن میں سے ہر ایک ذات پر کتنے معنی راست آتے ہیں؟ حضرتِ علی علیہ السلام البیت کے ساکن۔ البیت کی اولاد۔ البیت کے لائق۔ قابل۔ مستحق۔ البیت کے مالک۔ البیت کے وارث۔ البیت پر قابض۔ البیت پر متصرف۔ البیت کے محافظ۔ اور البیت پر ہر طرح کا اختیار رکھنے کے

سزاوار تھے - اور سب کو اگر البیت کے محافظ و متولّی ہونیکا استحقاق تھا تو ان حضرتؑ کو بیٹا اور مالک ہونیکا۔ کوئی یہ دھوکا نہ کھائے کہ اس پردہ میں خدا کا بیٹا کہدیا۔ خدا کا بیٹا یا بیٹی قرار دینا کفر و زندقہ ہے۔ مگرجس طرح باوجود اِسکے کہ خدا جسم و جسمانیات۔ مکان اور زمان سے منزّہ ہے تاہم البیت بیت اللہ اور وہ خود رَبُّ ھٰذَا البَیْت کہلاتا ہے اُسی طرح حضرتِ علی علیہ السلام اُسکے خالص اور خاص بندے اور ایسے بندے ہیں کہ جنکے لیے البیت (جسکی طرف کُل عالم کو سجدہ کرنیکا حکم ہوا) مولد (زچہ خانہ) مقرر ہوا ہے۔

تکمیلِ انطباقِ معنیٔ اہل البیت

حضرتِ علیؑ کی ذاتِ والاصفات پر اہل کے اور معنی بھی منطبق ہوتے ہیں۔ جس میں خود جنابِ رسولِ خدا اور اُنکی کُل امّت شامل ہے۔ اور وہ معنی تابعین البیت یا اہل قبلہ ہیں۔ اب اہل کے معنی جو ایسے باقی رہے ہے جنکا انطباق لفظِ اہل کو البیت کے ساتھ مِلا دینیکے بعد بھی حضرتؑ کی ذاتِ والاصفات پر نہیں ہوسکتا تھا وہ دو معنی ہیں (۱) کُنبہ (۲) زوجہ (بشرطیکہ کُنبہ کی بیٹی ہو) اِسی لیے خود آیۂ تطہیر کا نزول اُسوقت تک نہ ہوا جب تک کہ حضرتِ علی علیہ السلام کا عقد جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اکلوتی بیٹی جنابِ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا سے ہوکر حسنین علیہما السلام پیدا نہ ہوچکے۔ اور اس طرح پورا کُنبہ نہ ہوگیا۔ اور اس طرح یہ دونوں معنی بھی منطبق ہوگئے۔

جنابِ رسولِ خدا خود اہل البیت بلکہ سردارِ اہل البیت ہیں

شاید کسی کوتاہ نظر کو یہ سوجھے کہ اس تمام بیان سے خود جنابِ رسالتمآبؐ

کی ذاتِ بابرکات کو اہل البیت ہونے سے خارج کر دیا۔ اور حضرتِ علیؑ اور اُنکی اولاد کو آنحضرتؐ کی ذات پر ترجیح دیدی تو اس خیال کا بطلان اِسطرح ہوسکتا ہے کہ جنابِ رسالت مآبؐ بہ حیثیت نائب خدا خود ربّ البیت کے نائب اور تمام حقوق سے فائق حق۔ حقِ سلطانی رکھنے والے ہیں۔ پس حضرتِ علیؑ اور اولادِ علیؑ جو وراثۃً اور استحقاقاً اہل البیت ہیں وہ بھی آنحضرتؐ کی رعایا ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رعایا رعایا میں فرق ہوتا ہے۔ سلطانِ وقت کی رعایا میں ولی عہد بھی داخل ہوتا ہے۔ اور اُسکی اولاد بھی۔ اور اسی طرح عوام بھی۔ بزاز ہوں یا دلّال ہوں یا حجّام۔ لیکن کوئی صاحبِ عقل و فہم جو تفاوت اُن کے مراتب میں ہے اُسکو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک عام بزاز یا دلّال یا حجّام کو کبھی ولی عہد کا ہم رُتبہ یا اُس سے افضل خیال کر لے۔

روزِ فتح مکّہ جنابِ رسولِ خدا نے خود اپنے اور حضرتِ علیؑ کے حقوق کو واضح کردیا

جنابِ رسولِ خدا نے ہنگامِ فتحِ مکّہ خود اپنے اور حضرتِ علیؑ کے استحقاق کو نہایت واضح طور سے ثابت کر دیا۔ جسکا مفصّل ذکر کتب میں موجود ہے۔ اور جسے ہدایت حاصل کرنا منظور ہو وہ ادنےٰ غور و تامّل سے سمجھ سکتا ہے۔ ہر مکان میں جو کسی سلطنت کی حدود میں واقع ہو بادشاہ کو حقِ سلطانی اور اُس مکان کے قابض کو حقِ ملکیت حاصل ہوتا ہے۔ بادشاہ اگر اپنی کسی مصلحت سے مالک کو اس مکان میں کسی تغیّر و تبدّل کا حکم دے تو بہ حیثیتِ رعایا مالکِ مکان کا فرض ہے کہ اُسکی تعمیل کرے۔ اور سلطانِ عادل بمقتضائے عدالت اگر کسی مکان میں کوئی تغیّر و تبدّل ہونا چاہیگا تو خود اسکے مالک ہی کو اسکی بابت حکم دیگا۔ اور خود آپ اُسوقت تک دست اندازی نہ کریگا جب تک اُسکو یہ علم نہو جائے کہ مالکِ مکان سرکش ہے۔ اور میرے حکم کی تعمیل نہیں کرتا۔ دنیوی باتوں کی مثال دیکر کلامِ خدا کی توضیح و تشریح کرنا بروئے حدیث صحیح جائز ہے۔ اس بنا پر یہ مثال پیش

لیجاتی ہے کہ جب ملکِ معظم ایڈورڈ ہفتم بزمانِ ولیعہدی سلطنتِ ہند کی سیر کو تشریف لائے تھے تو جن جن شہروں میں اُنکا ورود ہوا تھا اور اُنکے جن جن بازاروں میں اور راستوں سے گزر ہونیوالا تھا۔ اور اِن بازاروں اور راستوں پر جن جن لوگوں کے مکانات اور دوکانیں واقع تھیں اُنکو بربنائے حقِ سلطانی گورنمنٹ کی طرف سے اطلاع دی گئی تھی کہ وہ اُنکو بوسیدہ اور شکستہ حالت میں نہ رہنے دیں۔ اور نہ فقط پلاسٹر و قلعی وغیرہ سے اُنکی ٹیپ ٹاپ کر دیں۔ بلکہ جہانتک ممکن ہو اُنکی آرائش و زیبائش مدِ نظر رکھیں۔ عدالت کا اقتضا یہ بھی ہوتا ہے کہ جب مطیع رعایا کو اس قسم کا کوئی حکم دیا جائے جسکی تعمیل اُسکے حدِ امکان سے خارج ہو تو اُسکو اس قابل بنانیکے لیے امداد بھی دیجائے۔ چنانچہ جن لوگوں کی مالی حالت مرمت و درستی و آرائشِ مکان کے قابل نہ تھی اُنکو گورنمنٹ کی طرف سے مناسب مالی امداد بھی دیگئی۔ اب غور کیجیے کہ جسوقت جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا داخلہ فاتحانہ شان سے شہرِ مکّہ معظمہ اور حرم خانۂ خدا میں ہوا تو حضرتؐ کو بمصالح امورِ سلطنتِ الٰہیہ البیت کی حالت میں جس ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی تھی وہ اس مقدس مقام سے بتوں کا اخراج تھا۔ مگر آنحضرتؐ نے یہ کام نہ خود اپنے دستِ مبارک سے انجام دیا۔ نہ اپنے اہلِ لشکر میں سے کسی کو اُسکے سرانجام کا حکم دیا بلکہ بہ حیثیتِ سلطانِ عادل اپنے حقِ سلطانی کو کام فرماکر **وارث** جائز۔ مالکِ **البیت** یا اہل البیت حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اِن بتونکو توڑ ڈالو اور اِس پاک گھر کو اُنکی نجاست سے صاف کردو۔ حضرتِ علی علیہ السلام نے بہ حیثیتِ وفادار مطیع رعایا اس حکم کی اس حد تک پوری پوری تعمیل کی جہانتک ظاہراً اُن حضرت کے امکان میں تھا لیکن جو بت زیادہ بلندی پر نصب تھے اُنکی نسبت جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے درخواست کی کہ آنحضرت خود میرے شانوں پر سوار ہو کر اپنے دستِ حق پرست سے اُنکو توڑ دیں مگر جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ یا علی تم بارِ نبوت نہیں اُٹھا سکتے۔ میں بارِ امامت اُٹھا سکتا ہوں۔ تم میرے شانوں پر سوار ہو

اور میرے حکم کی تعمیل کی تکمیل کر دو۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے اس ارشاد میں کیا کیا مصلحتیں تھیں۔ اُن میں سے بعض کا بیان ہم اپنے مضمون راکب دوش رسول میں انشاءاللہ مفصل لکھینگے۔ یہاں ہم اس بات کو صرف اس حیثیت سے دیکھتے ہیں کہ جب جناب علیؑ مرتضےٰ آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ تو جو بات ظاہراً اُنکے حدِ امکان سے خارج تھی اُس میں آنحضرتؐ نے بمقتضائے عدل و انصاف جو مدد دینی چاہیے تھی وہ مدد دیدی۔ اور اس حکم کی کماحقہٗ تعمیل ہو گئی۔ حضرت علیؑ کو کیا شرف حاصل ہوا۔ اور کیسی بزرگی ملی۔ اِسکی تصریح بھی انشاءاللہ اسی مضمون راکب دوش رسولؐ میں ہمارے ناظرین بلاحظہ فرمائینگے۔ مگر یہاں اتنا ہی جتا دینا کافی ہے کہ آنحضرتؐ کا حق **سلطانی** اور حضرت علی علیہ السّلام کا حق **ملکیت البیت** اہلِ دنیا نے روزِ روشن کی طرح دیکھ لیا۔ اور اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آنحضرتؐ **اہل البیت** سے خارج نہیں بلکہ کل **اہل البیت** یا **اہلبیت کے سردار اور سلطان** ہیں۔

جنابِ امیرؑ نے خود اس حق کو مانا ہے

جنابِ رسولِ خدا کی وفات پر جو مرثیہ جنابِ امیر علیہ السّلام نے فرمایا اُسکا آخری شعر مثال کے طور پر یہاں درج کیا جاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جنابِ رسولِ خدا **سردارِ اہلبیت** تھے ؎

إِذَا مَاتَ رَأْسُ أَهْلِ الْبَيْتِ وَلَّى ‏ ‏ ‏ بَدَا لَهُمْ مِنَ النَّاسِ الْجَفَاءُ

جس وقت سے سردارِ **اہلبیت** نے (دنیا سے) مُنہہ موڑا۔ لوگوں سے اُنکے (یعنی **اہلبیت** کے) حق میں جفائیں ظاہر ہوئیں۔

خاتمہ

ہمارے ناظرین اب بہت اچھی طرح سے سمجھ گئے کہ **البیت** کیا چیز ہے اور **اہل البیت** یا **اہلبیت** کون ہیں؟ جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری اُمت میں کیا کیا امانتیں چھوڑی ہیں۔ اور اُمت کو کن کن کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا ہے۔ اِسکو اُمت علے العموم جانتی ہے کہ وہ امانتیں **کتابِ خدا** اور **اہلبیتِ مصطفٰے** ہیں۔ مگر **اہلبیت** کے مفہوم سے چونکہ علے العموم بیخبری رہی ہے۔ ہمنے حتے الامکان اُس بیخبری کو دور کرنیکی کوشش کی ہے اور دلائلِ قاطعہ و براہینِ ساطعہ سے واضح ولائح طور سے ثابت کر دیا۔ اور بتا دیا ہے کہ **اہل البیت** جنابِ علیؑ مرتضٰے۔ جناب فاطمہ زہرا۔ جنابِ حسنِ مجتبٰے۔ جنابِ حسین سیّد الشہدا علیہم السلام اور پھر اولادِ جنابِ امام حسین علیہ السلام میں سے وہ امام یکے بعد دیگرے ہیں۔ جنکی اطاعت سے اُمتِ جنابِ رسوّلِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ہر فرد بشر اس لائق ہو سکتا ہے کہ حوضِ کوثر پر جنابِ رسوّلِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے رُوبرو سرخرو ہو کر پہنچے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

حرّرہ الراجی الے رحمۃ ربہ الاحد

عبدہ السیّد مقبول احمد

ایدہ اللہ الصمد

پیغمبر آخر الزمان کی آخری وصیت

یعنی حدیث ثقلین میں ہمکو کتاب اللہ اور عترت و اہلبیت سے تمسک کرنیکی تاکید فرمائی گئی ہے اسی لئے ہمنے جس قومی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے وہ یا کلام اللہ سے متعلق ہے یا ائمہ معصومین کے اذکار و ارشادات و ہدایات ہیں۔ چنانچہ ائمہ اثنا عشر سلام اللہ علیہم اجمعین کی پاک زندگی کے حالات و واقعات شائع اور ذائع کرنا بھی ایک بڑی اور ضروری خدمت تھی جسے عالیجناب مولوی السید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی رئیس و آنریری مجسٹریٹ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ گوا مجھ ضلع آرہ نے نہایت محنت و جانفشانی سے بارہ معصوموں کی سوانح قلمبند فرما کر پورا کر دیا اور سلسلہ بسلسلہ یہ سوانحمریاں ملک میں شائع ہو رہی ہیں۔ چنانچہ حسب ذیل سوانحمریاں تیار ہیں جن کے مطالعہ سے مستفید ہو کر فلاح دارین حاصل کرنا آپ کا کام ہے۔

سراج المبین حصہ اوّل و دوم یعنی سوانحمری جناب امیر علیہ السلام		ختم شد
سرو چمن۔	” ” جناب امام حسن علیہ السلام	ہدیہ عہ/
ذبح عظیم۔	” ” جناب امام حسین علیہ السلام	” للعہ/
صحیفۃ العابدین۔	” جناب امام زین العابدین علیہ السلام۔	ختم شد
مآثر الباقریہ۔	” جناب امام محمد باقر علیہ السلام۔ ...	ہدیہ ۸/
آثار جعفریہ۔	” ” جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ...	” عہ/
علوم کاظمیہ۔	” ” جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ...	” ۱۲/
تحفۂ رضویہ۔	” ” جناب امام علی الرضا علیہ السلام ...	” ۸عہ/
تحفۃ المتقین۔	” ” جناب امام محمد تقی علیہ السلام ...	” ۸/
سیرۃ النقی۔	” ” جناب امام علی نقی علیہ السلام ...	” ۱۲/
العسکری۔	” ” جناب امام حسن عسکری علیہ السلام ...	” ۱۴/

حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی سوانح بھی عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ پیش کیجائیگی۔

قرآن مجید مترجمہ مقبول احمد

موافق و مطابق روایات اہلبیت علیہم السلام

الحمدللہ کہ قرآن مجید کا ترجمہ اور وہ بھی موافق روایات اہلبیت علیہم السلام جسکی سخت ضرورت تھی نہایت خوبی سے تیار ہو گیا چنانچہ مقبول ترجمہ یعنی قرآن مجید مترجمہ جناب مولوی السید مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی ابتدا سے اسوقت تک تقریباً پانچ ہزار اسکی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔ کیا یہ قبولیت عام کی سند نہیں ہے؟ فرقہ شیعہ میں اتنی کامیابی بڑی بات ہے۔ اس تعداد کی شائع ہونے نے بتا دیا کہ مقبول ترجمہ یقیناً ایک قومی ضرورت تھی اور مقبولیت عام اسے حاصل کیوں نہ ہو جبکہ اسکے مترجم عالیجناب مولانا مولوی حکیم السید مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی مدظلہ العالی نے خالصۃً لوجہ اللہ اس خدمت کو انجام دیا ہے اور ترجمہ کرنے میں اپنی ذاتی قابلیت و استعداد و شہرۂ آفاق ملکہ خاص کے باوجود محض عنداللہ بری الذمہ ہونیکی خاطر علمائے اعلام و مجتہدین عظام علی الخصوص جناب نجم الملۃ والدین حضرت نجم العلماء مجتہد العصر والزمن مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور استاذ الکل فی الکل حضرت مولانا السید ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان دامت برکاتہم کو اسکا ایک ایک لفظ سنا لیا تب شائع کیا۔

مقبول ترجمہ کی نسبت ایک خاص خصوصیت علاوہ خط نسخ و نستعلیق و چھاپہ کی صفائی وغیرہ کے صحت الفاظ کا اتنا کافی اہتمام کیا گیا ہے کہ اغلاط نہایت احتیاط سے درست کرالی گئی ہیں اور ہمارے علم و یقین کی رو سے اب ایک غلطی بھی باقی نہیں رہی جو خوبی دوسرے قرآن شریفوں میں ملنی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

اگر آپکو احکام خدا اور رسول و ائمہ پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل کرنی منظور ہو تو اس کلام پاک کی تلاوت کا حظ حاصل کریں اور نہ صرف تلاوت ہی کی حلاوت بلکہ ترجمہ و حواشی پڑھکر اسکے مطالب کو بھی سمجھیں اور گویا نکات قرآن صامت (کلام الٰہی) کو قرآن ناطق (معصومین علیہم السلام) کی زبان میں بھی سمجھیں تو ہم سے مقبول ترجمہ منگا لیجئے۔ اور اسمیں تلاوت کیجئے۔ پھر دیکھئے کہ کلام الٰہی کے ساتھ ساتھ کلام رسول اور کلام امام جو امام الکلام ہوتا ہے کیسا لطف دیتا ہے۔

شرح ہدیہ و اجرت جلد بندی و ذکر ضمیمہ وغیرہ مفصل حالات کیلئے فہرست کارخانہ طلب فرما لیجئے۔

ہدیہ کاغذ قسم اول ۵عہ کاغذ قسم دوم لعہ کاغذ قسم سوم سے فی جلد غیر مجلد علاوہ محصولڈاک۔

[illegible]